

ورلڈ جسٹس رپورٹ 2020!

ورلڈ جسٹس پروجیکٹ ایک انتہائی فعال ادارہ ہے۔ اس میں پوری دنیا سے محقق، قانون دان، تعلیمی اداروں کے مستند ترین لوگ اور مختلف شعبوں کے سکھ بند افراد شامل ہیں۔ انکا تعلق، صرف مختلف ممالک سے نہیں بلکہ اس میں مذہب کی بھی کوئی قید نہیں ہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹری میں مسلمان بھی ہیں۔ تحقیق کرنے والوں کا سربراہ Alejandro Ponce ہے۔ اور ایگزیکٹیو ڈائریکٹر Elizabeth Anderson ہے۔ عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ حدود رجہ غیر جانبدار ادارہ ہے۔ اسکی آواز پوری دنیا میں سند کے طور پر سنبھالی جاتی ہے۔ اقوام عالم کی حکومتیں، وزراء اعظم اور صدور اس ادارے کی رپورٹ کو پڑھتے ہیں۔ اس سے اپنی حکومتی کارکردگی بہتر کرنے کی عملی کوششیں کرتے ہیں۔ یہ ادارہ ہر برس "رول آف لاء" Rule of Law index رپورٹ شائع کرتا ہے۔ اس برس یعنی 2020 میں بھی انڈکس شائع ہوا ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔ اسے انٹرنیٹ پر بڑے آرام سے پڑھ سکتے ہیں۔ مگر طالب علم کا مشورہ ہے کہ اسے بالکل نہ پڑھیے۔ کیونکہ ہمارا قانون، انصاف، میرٹ، انسانی حقوق، صاف ستھری حکومت سے کیا تعلق۔ دل خراب کرنے کا کیا فائدہ۔ یہ ساری چیزیں تو مونے فرنگیوں کی سازش ہے۔ بھلا ہمارے جیسے فرشتوں کو کسی درستگی کی کیا ضرورت ہے۔ مگر صاحبان، عقل و شعور اس رپورٹ کو اسکیلے بیٹھ کر ضرور پڑھیے گا۔ اندازہ ہو جائیگا کہ ہمارے ساتھ ہر سطح پر ہر ادارہ کس بے دردی کے ساتھ غلط بیانی کر رہا ہے، بلکہ یقوق بنا رہا ہے۔ کبھی انصاف کے نام پر، کبھی ترقی کے نام پر اور کبھی میرٹ کے نام پر۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ ہم یقوق بنتے جا رہے ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ "بادشاہ نے کپڑے نہیں پہنے ہوئے"۔ سب برہنہ حکمران کے کپڑوں کی تعریف کرتے ہیں۔ ہاں، ایک اور چیز بھی اہم ہے۔ ہمارے ایک سابقہ وزیر اعظم نے سنگاپور کے قومی لیڈر لی کون یو سے پوچھا کہ ہمیں ملک بہتر کرنے کیلئے کیا کرنا چاہیے۔ لی کون یونے مسکرا کر کہا کہ آپکو محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپکو تو ہر چیز، مرنے کے بعد، جنت میں حاصل ہو جائیگی۔ ہمارا وزیر اعظم پر یہاں ہو گیا کہ اسکا کیا جواب دے۔ لہذا املاقات وقت سے پہلے ختم کرنی پڑی۔ بہر حال لی کون یو کیونکہ ایک کافر ہے۔ لہذا ہمارا اسکی باتوں سے کیا کام۔

ورلڈ جسٹس پروجیکٹ کے محققین ایک سو اٹھائیس ملکوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ بنیادی طور پر آٹھ عناصر شامل ہوتے ہیں۔ حکومتی کارکردگی، کرپشن، شفافیت، انسانی حقوق، امن عامہ، قوانین کی عملداری، دیوانی اور فوجداری انصاف۔ یہ آٹھ اہم ترین جزو ہیں، جنکے تجزیہ کے بعد مختلف ممالک کی درجہ بندی کی جاتی ہے۔ تحقیق میں ایک لاکھ تیس ہزار خاندانوں سے زیادہ کی رائے لی گئی ہے۔ چار ہزار سے زائد قانون پر عملدرآمد کرنے والے افراد، وکلاء اور ماہرین سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اہم بات یہ بھی ہے کہ تحقیق بنیادی سطح سے شروع کرتے ہیں۔ جب تک ممبران بذاتِ خود کسی نکتے کو حقیقت کی کسوٹی پر پرکھنے لیں، رپورٹ کا حصہ نہیں بناتے۔ پوری دنیا میں اس ادارہ کی رپورٹ کو مستند ترین تسلیم کیا جاتا ہے۔ ادارہ، صفر اور ایک نمبر کے درمیان دنیا کے 128 ممالک کو درجے آلٹ کرتا ہے۔ ایک کے ہندسے کے نزدیک ممالک خوش قسمت ہیں کہ وہاں ان آٹھ عناصر کے ثابت پہلو موجود ہیں۔ مگر پھر ہمارے جیسے ملکوں کی بھی درجہ بندی نظر آتی ہے

جو صفر کے نزدیک ترین ہوتے ہیں۔ پاکستان اس فہرست میں ایک سو بیس نمبر پر ہے۔ یعنی قانونی بدخلائی میں دنیا کے صرف آٹھ ممالک ہم سے نیچے ہیں۔ پاکستان کا مجموعی سکور 39.0 ہے۔ ویسے زمبابوے بھی اس سطح پر موجود ہے۔ اس کا سکور بھی اتنا ہی شرمناک ہے جتنا ہمارا یعنی 0.39۔ شکر ہے کہ افغانستان ہم سے معمولی سا پچھے ہے۔ اس کا سکور 0.36 ہے۔ گھانا، ہندوراس، ایران ہم سے کافی بہتر ہیں۔ جب صرف آٹھ ملک ہم سے نیچے ہیں تو پھر یہ بات تسلیم کر لجئے، کہ ہم عدل کے میدان میں دنیا میں سب سے پچھے ہیں۔ ناجیگیر یا جہاں جنگ ہوتی رہتی ہے، وہ بھی ہم سے قدرے بہتر پوزیشن پر ہے۔ المناک حقیقت یہ بھی ہے کہ ایسکو پیا جیسا ملک بھی ہم سے بہتر ہے۔ آگے کیا بات کروں۔ کوئی دلیل دوں۔ کیونکہ انصاف کے میدان عمل میں بائیکیں کروڑ لوگ چاروں شانے چت ہیں اور انکے سینوں پر سوار طاقتور طبقہ رغبت سے انکا گوشت کھا رہا ہے۔ شرمناک عمل، مگر یہاں مانتا کون ہے۔

رول آف لاء کی تعریف، ہمارے ملک کے بیانیے سے حد درجہ مختلف ہے۔ کیونکہ یہ رپورٹ ہے، ہی رول آف لاء کے حوالے سے، چنانچہ انکی دی گئی تعریف پر غور کرنا حد درجہ ضروری ہے۔ روایتی طور پر اس جملے میں عدالیہ اور وکلاء کو ہی زیر غور رکھا جاتا ہے۔ مگر ادارہ یہ کہتا ہے کہ رول آف لاء میں کرپشن، غربت، بیماری، عام آدمی کو انصافی سے محفوظ رکھنا سب کچھ شامل ہے۔ گہرائی سے دیکھا جائے تو یہ تعریف، ہمارے محدود زاویہ سے بے حد بہتر ہے۔ رپورٹ یہ بھی کہتی ہے کہ یہ اتنا ہم معاملہ ہے کہ اسے صرف عدالیہ اور قانون دانوں پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ عام شہری بھی اس میں اتنا کوئی اہم ترین منصف یا وکیل۔ اس رول آف لاء کے چار عناصر ہیں یا کہہ سکتے ہیں کہ چارستون ہیں۔ احتساب، وہ رکن ہے جس پر ہمارے ملک میں ہر وقت بحث ہوتی رہتی ہے۔ ادارے کے مطابق حکومتی ادارے تو احتساب کے شکنخ میں موجود ہیں ہی، مگر بھی کاروباری اداروں کو بھی احتساب کے دائرے میں رکھنا ضروری ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس پر ہمارے تمام قومی سطح کے سیاستدان شور مچار ہے ہیں کہ انکی کاروباری رقوم کا احتساب کیا جا رہا ہے، جو کہ مکمل طور پر نا انصافی اور ظلم ہے۔ جسٹس رپورٹ انکے اعتراضات کو تسلیم نہیں کرتی۔ انکے مطابق اگر ایک بھی سطح کی ذخیرہ اندوزی، کرپشن، کارڑ لازیشن میں ملوث ہے تو اسکا بھی اسی طرح کا احتساب ہونا چاہیے جس طرح حکومتی اداروں کا۔ انصاف کے زاویہ سے دیکھا جائے تو ہمارے کئی قومی لیڈر اسی طرح کے احتساب پر تقدیم کرتے ہیں۔ مگر اس رپورٹ کے مطابق یہ نکتہ چیزیں غیر قانونی ہے۔

دوسرًا ہم رکن منصفانہ قوانین (Just Laws) ہیں۔ ادارے کے مطابق قوانین کا اطلاق تمام سماج پر یکساں ہونا چاہیے۔ ان قوانین میں اتنی طاقت ہونی چاہیے کہ عام آدمی کی جان، مال، عزت اور دیگر حقوق کو محفوظ رکھ سکیں۔ ہر شخص کے علم میں ہونا چاہیے کہ اگر اس سے کوئی طاقت و رادارہ یا انسان، کسی قسم کی نا انصافی کریگا تو اسکی حفاظت کیلئے قانون موجود ہوگا۔ کیا آپ اپنے ملک کے متعلق واقعی کہہ سکتے ہیں کہ یہاں منصفانہ قوانین موجود ہیں۔ بالکل نہیں۔ کیا جو قوانین موجود ہیں، انکا اطلاق ہر ایک پر یکساں ہے۔ بالکل نہیں۔ قانون تو صرف بے سہارا اور غریب آدمی کے استھان کیلئے ہے۔ امیر کیلئے تو قانون ایک لوڈی کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ ہمارے ملک میں قانون کا اطلاق صرف کمزور پر ہے۔ سب کو معلوم ہے۔ مگر کیونکہ امیر طبقہ کا مفاد بالکل ایک جیسا ہے، لہذا سب اس نقص پر متفقہ طور پر ایک جیسی سوچ رکھتے ہیں۔ کبھی قومی لیڈران چاہیئے کہ ان پر ملکی قوانین کا معمولی سا بھی اطلاق ہو۔ نہیں صاحب، قانون ان لوگوں

کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ تماشے کیلئے عدالتوں میں آنا جانا ضرور لگا رہتا ہے۔ مگر انہیں کبھی بھی سزا نہیں ہو سکتی۔ اگر ہو بھی جائے تو یہ اپنی طاقت سے سزا کو جزا میں بدل دیتے ہیں۔ بڑے میاں صاحب کا لندن جانا، اسکی چھوٹی سی مثال ہے۔ باقی رہ گئے غریب لوگ۔ تو سارا عذاب انکے لیے ہے۔ تیسرا کرن ”شفاف حکومت“، Open Government کا ہے۔ اس میں وہ قاعدہ درج کیا گیا ہے جسکے ذریعے سے قوانین بنتے ہیں اور پھر انہیں عملداری کیلئے نافذ کیا جاتا ہے۔ اس میدان میں ہماری ہر حکومت ایک جیسی نااہل ہے۔ پارٹی لیڈر اگر کسی طرح کا قانون، پارلیمنٹ سے پاس کروانا چاہے، تو کسی رکن کی جرات نہیں کہ قانون کو پڑھ کر، سمجھ کر، آزادانہ رائے دے سکے۔ سب نے پارٹی لیڈر کے کہنے پر صرف اور صرف انگوٹھا لگانا ہے۔ اس قانون کے حق میں ووٹ دینا ہے، جسکا مسودہ انہوں نے پڑھا ہی نہیں۔ ہماری مجموعی صورتحال اس قدر ابتر ہے کہ قانون کو اسمبلی سے پاس کروانا، صرف ایک سفاک سیاسی کھیل بنادیا گیا ہے۔ اگر کوئی رکن اسمبلی، خدا نخواستہ قانون کو پڑھ کر، اپنے لیڈر کے بیانیے کے خلاف کوئی معمولی سی بھی بات کر دے۔ تو اسے نشانِ عبرت بنادیا جاتا ہے۔ اب کوئی ہے جو اسمبلی میں درست بات کر کے، اپنا سیاسی وجود خطرے میں ڈال دے۔

چوتھا اور آخری نکتہ نظامِ انصاف کے متعلق ہے۔ اسے Accessible and Impartial Dispute Resolution کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں درج ہے کہ انصاف کی فراہمی کے لیے معمور افراد کا اصول پسند، ذہن اور آزاد ہونا لازم ہے۔ مکمل طور پر غیر جانبدار اور ہر وقت لوگوں کی خدمت کیلئے موجود ہونا چاہیے۔ اسکے علاوہ ان لوگوں کو اپنی معاشرتی قدرتوں کا بھی بھر پورا دراک ہونا چاہیے۔ اس میں درج ہے کہ انصاف موثر اور ہر وقت ہونا چاہیے۔ اس میں کرپشن اور کسی قسم کی مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔ انصاف کے اداروں میں مذہمان کی عزت نفس کو قطعاً مجرور نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارا عدالتی نظام کتنا ناقص ہے۔ اس پر کتابیں لکھیں جاسکتی ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ نظامِ انصاف میں کرپشن موجود ہے۔ کیسوں کی طوالت اس قدر ہے کہ ان پر دہائیاں لگ جاتی ہیں۔ مگر انصاف نہیں ملتا۔ سفارش کا کلچر بالکل عام ہے۔ کسی بھی طور پر ہم اپنے نظامِ عدل کو بہتر یا مثالی نہیں کہہ سکتے۔

مگر ہمیں اس روپرٹ کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ یہود و ہندو کی ہمارے جیسے پاکباز لوگوں کے متعلق سازش ہے۔ بھلا کہاں ہمارا پاک اور صاف وطن اور کہاں یہ کافروں کی گھڑی ہوئی روپرٹیں۔ صاحبان، یہ سب جھوٹ اور مکر ہے؟ ہمارے ہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ نہ یہ دودھ خالص ہے اور نہ ہی شہد، اصل ہے۔ دونوں ہی جعلی ہیں۔ طالب علم، اس خالص اور سچی روپرٹ کی پُر زور الفاظ میں مذمت کرتا ہے؟

راو منظر حیات